خطبات خواجہ شمس الدین عظیمی

ACD 40

Track - 1

42:00

''سورہ فاتحہ کی عملی تفسیر''

قرآن پاک میں سورہ فاتحہ تقریباً ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یاد ہے۔اور اس سورت کو ہم نماز میں، نماز کی ہر رکعت میں پڑھتے ہیں۔لیکن بڑی ستم ظریفی یہ ہے کہ اس کے باوجود کہ ہمیں یہ سورت مبارکہ یاد ہے اور ہم ہر رکعت میں اس کو پڑھتے ہی ہیں۔ فاتحہ درود میں بھی پڑھا جاتاہے اور اس کو پڑھ کے ایصال و ثواب بھی کرتے ہیں ۔ لیکن اس کے معانوں پر غور نہیں کیا جاتا۔ایک چیز مسلسل پڑھی جارہی ہے ۔ اگر اس پر غور کیا جائے کہ ہم کیا پڑھ رہے ہیں۔ اور اس کا ترجمہ یاد کرلیا جائے تو اس کا بہت بڑا فائدہ ہمیں حاصل ہوسکتا ہے۔صبح میں قرآن کریم کی سورت پر غور کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ... الحمد للہ رب العالمین ... سب تعریفیں ہیں اس اللہ کے لئے جو عالمین کا رب ہے۔اب اس میں آپ غور فرمائیں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو جو عالمین کا رب ہے۔اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ سب تعریف ... سب تعریفیں عالمین کے رب کے لئے ہیں ۔ اگر اللہ اور رب ایک ہی بات ہے تو پھر یہ ہونا چاہئیے تھا کہ سب تعریفیں اس رب کے لئے ہیں جو عالمین کا رب ہے۔سب تعریفیں عالمین کے رب کے لئے ہیں۔یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو عالمین کا رب ہے۔اب دو باتیں یہاں سامنے ہمارے آئیں۔ ایک اللہ ہے اور ایک اللہ کی صفات میں سے بڑی صفت رب ہونا ہے۔اللہ بحیثیت خالق کے جب مخلوق کے لئے وسائل مہیا کرتا ہے تو اللہ کی صفت ربانیت کام کرتی ہے۔یعنی اللہ بحیثیت خالق کے ایک ہستی ہے ایسی ہستی جس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔انسانوں کو بھی پیدا کیا، کائنات میں چاند کو، سورج کو ، ستاروں کو ، فرشتوںکو، جنات کو، زمینوں کو، آسمانوں کو، سب کو پیدا کیا۔یہ اللہ کی وہ ہستی ہے جسے ہم اللہ کہتے ہیں۔ خالق۔ لیکن خالق جب مخلوق کو پیدا کرتا ہے تو مخلوق کے لئے وسائل بھی فراہم کرتا ہے ۔ اب مخلوق میں اگر کان نہ ہوتو مخلوق سن ہی نہیں سکتی۔ تو اس کا مطلب ہے مخلو ق میں کان وسیلہ ہوا سننے کا۔مخلوق میں آنکھیں نہ ہوںظاہر ہے کوئی مخلوق کچھ دیکھ ہی نہیں سکتی۔تو مخلوق کو دیکھنے کا جو وسیلہ ہے مخلوق جو دیکھ رہی ہے اپنے آپ کو بھی دیکھ رہی ہے باہر بھی دیکھ رہی ہے وہ ذریعہ ہے آنکھوں کا۔ اور یہ ذریعے اللہ کا پیدا کردہ ہے۔اسی طرح آپ مخلوق کی جتنی بھی صفات ہیں ، سننا، بولنا، دیکھنا، کھانا، پینا، سونا ، جاگنا، شادی بیاہ، بچے ، ماں باپ ہونا، اولاد ہونا، وغیرہ وغیرہ ۔ جتنی بھی انسانی

زندگی میں تقاضے ہیں اور ان تقاضوں کی تکمیل کے لئے جتنے بھی وسائل ہیں اگر وہ
سب نہ ہوں تو انسان کی زندگی بے معنی ہوجائے گی انسان زیر بحث ہی نہیں
آئے گا۔مثلاً ایک انسان ہے۔ نہ اس کے کان ہیں، نہ اس کی آنکھ ہے، نہ اس کے
ہاتھ ہیں، نہ اس کے پیر ہیں تواس کو ہم انسان نہیں کہہ سکتے۔تو انسان کے
لئے ضروری ہے کہ اس کی جو زندگی میں جو تقاضے ہیں ان تقاضوں کی تکمیل
کے لئے وہ تمام چیزیں مہیا ہوں جس سے تقاضوں کی تکمیل ہوتی ہے۔الحمد
للہ رب العالمین ... سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں کہ جو عالمین کو وسائل
مہیا کرکے زندہ رکھتا ہے۔جو عالمین کے لئے وہ تمام چیزیں مہیا کرتا ہے اور پیدا
کرتا ہے کہ جو زندگی کی ضامن ہیں۔ اللہ تعالیٰ گیہوں پیدا کرتے ہیں۔اللہ
تعالیٰ چاول پیدا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پانی پیدا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا
بنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے گیسز بنائی۔اللہ تعالیٰ نے دھوپ بنائی۔ چاندنی بنائی۔تو
اگر یہ ساری چیزیں نہ ہوں تو انسان کی زندگی جو ہے وہ زیر بحث ہی نہیں
آئے گی۔مثلاً ...... نظر نہیں آرہی تو ہم سب کے سب مر جائیں گے۔ہمیں اس
بات کا بھی علم ہے اگر ہوا فضامیں نہ ہو اس وقت بھی ہم مرجائیں گے۔ہمیں
اس بات کا بھی علم ہے اگر زمین کے اندر سے اور اوپر سے پانی مہیا ہونے کا
سلسلہ ختم ہوجائے تو یہاں جناب کوئی ذی روح موجود ہی نہیں ہوگا۔نہ درخت
ہوگا نہ پرندے ہوں گے، کچھ بھی نہیں ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے جو اپنی صفات کا
تذکرہ کیا تو فرمایا سب تعریفیں اس اللہ کے لئے جو عالمین کو زندہ رکھنے کے
لئے وسائل فراہم کرتا ہے۔اور ان وسائل کو اس طرح فراہم کرتا ہے کہ اس
میں کبھی بھی کمی بیشی نہیں ہوتی۔ کبھی بھی کمی بیشی نہیں ہوتی۔ آپ نے
کبھی نہیں سنا ہوگا کہ زمین میں سے پانی خشک ہوگیا۔کبھی آپ نے یہ نہیں
سنا ہوگا صاحب ہوا بند ہوگئی اور ساری دنیا ایک دم سے مرگئی۔تسلسل ہے۔
زندگی میں کام آنے والے وسائل کی پیدائش میں اور ان کے قیام میں تسلسل ہے۔
اب صبح میں نماز پڑھ کے یہاں سے نکل رہا تھا تو سورج کو نکلتے دیکھا۔پھر شام
کو کل دیکھا تھا تو سورج کو ڈوبتے دیکھا۔ میری سمجھ میں بات آئی کہ یہ اللہ
میاں کتنا بڑا ہے کروڑوں سال ہوگئے نہ سورج گھٹتا ہے نہ سورج کم ہوتا ہے۔نہ
سورج اپنی ڈیوٹی سے ذرا سا بھی انحراف کرتا ہے۔صبح کو نکل آتا ہے ، شام کو
غروب ہوجاتا ہے۔شام کو غروب ہوجاتا ہے ، صبح کو نکل آتا ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ
نے اس سورج کے ذمہ اپنی مخلوق کی جو ڈیوٹی لگادی ہے سورج اس ڈیوٹی کو
پورا کرنے میں کبھی تساہل سے سستی سے کام نہیں لیتا۔کب سے آپ دیکھ رہے
ہیں؟ بھئی ہم نے دیکھا۔ ہمارے باپ نے دیکھا۔ ہمارے دادا نے دیکھا۔ہمارے پر دادا
نے دیکھا۔ہمارے پتہ نہیں لاکھوں سے پہلے کی نسلوں نے دیکھا۔ سورج ایک وقت
مقررہ پر نکلتا ہے ، اللہ کی مخلوق کی خدمت کرتا ہے۔ یعنی دھوپ فراہم کرتا
ہے۔اگر دھوپ نہ ہو تو یہاں زمین پہ کیڑے مکوڑوں کے علاوہ کچھ نظر ہی نہیں
آئے گا۔دھوپ نہ ہوگی نہ پھل پکیں گے ، نہ کھیتی باڑی پکے گی۔ کھانے پینے کا
سارا سامان ہی ... پیدا ہی نہیں ہوگا۔ ہر چیز پیدا پانی اور دھوپ سے اگے

گی۔تو اللہ تعالیٰ نے جو وسائل پیدا کردئے وہ بحیثیت رب کے ان وسائل میں کبھی
کمی بیشی نہیں ہوتی۔اور اگر کمی بیشی کبھی ہوتی ہے آپ دیکھیں ناں یہاں
قحط پڑ گیا وہاں قحط پڑگیاتو وہ بھی انسان کا ظلم اور فسا د ہے جس کی
وجہ سے کمی بیشی ہوتی ہے۔ لوگ ذخیرہ کرلیتے ہیں۔ ذخیرہ اتنا زیادہ کرلیتے
ہیں کہ لوگ محتاج ہوجاتے ہیں اور قحط پڑجاتا ہے۔تو اب انسانوں کو اللہ تعالیٰ
اس طرف متوجہ کررہے ہیںقرآن شریف کی اس آیت میں۔ الحمد للہ رب
العالمین ... کہ بھئی ایک اللہ ہے جو خالق ہے۔آپ کا بھی خالق ہے یعنی انسانوں
کا بھی خالق ہے۔فرشتوں کا بھی خالق ہے۔ جنات کا بھی خالق ہے۔آسمانوں کا
بھی خالق ہے۔ آسمانوں کے اندر جو مخلوق ہیں نہ معلوم کتنی مخلوق ہوں گی
ان کا بھی خالق ہے۔پانی کا بھی خالق ہے۔ اب سمندر کے اندر لاکھوں ، لاکھوں
قسم کی مچھلیاں آ پ نے دیکھی ہوں گی ان کا بھی خالق ہے۔پرندوں کا بھی
خالق ہے۔ کیڑے مکوڑوں کا بھی خالق ہے۔باریک ترین چیونٹی کابھی خالق ہے۔
اور ہاتھی کا بھی خالق ہے۔سوچنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ مخلوق جو ہے
وہ کتنی ہی چھوٹی ہو ، وائرس جتنی ہو، بیکٹریا جتنی ہو،ہاتھی جتنی ہو،
ڈائنوسار جتنی ہو ، سب کو وسائل کی ضرورت ہے۔اور اللہ تعالیٰ ان کے حساب
سے سب کو وسائل فراہم کرتا ہے۔اب کیا ہے چھوٹی سی بھوری چیونٹی ہوتی
ہے آپ ایک پھونک ماریں پندرہ بیس چیونٹیاں ایسے ہی اڑ جائیں گی۔ ان کو بھی
غذا کی ضرورت ہے۔ان کے اند ربھی روح ہے۔ان کے اندر بھی حرکت ہے۔ان کے
اندر عقل بھی ہے۔اپنا برسات سے پہلے پہلے سارا اپنا جو ہے نہ سامان خورد
ونوش کا وہ جمع کرلیتی ہیں۔ انہیں پتہ ہے بارش ہوگی تو ہمارے لئے کھانا پینا
مسئلہ بنے گا۔اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ جتنی بھی چیزیں اللہ تعالیٰ نے پیدا
کی ہیں اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے۔کسی امیر کی، غریب کی، بادشاہ
کی۔اب آپ دیکھیں۔ اب ہم کہتے ہیں جی بادشاہت بہت اچھی چیز ہے۔اور جب
بادشاہت ہمارے سامنے آتی ہے ہم تو بڑے احساس کمتری میں مبتلا ہوجاتے
ہیں۔لیکن اگر غور و فکر کیا جائے تو بادشاہ کی اور ہماری غذا ایک ہی ہے۔
بادشاہ بھی گیہوں چاول کھاتا ہے۔ ہم بھی گیہوں چاول کھاتے ہیں۔کبھی آپ نے
نہیں سنا ہوگا کسی سے کہ جی فلاں بادشاہ جو ہے وہ روزانہ ہزار ہزار کے
نوٹ چباکر پیٹ بھرتا ہے۔کبھی یہ نہیں سنا کہ کسی بادشاہ نے سونا چاندی کھایا
ہو۔تو بادشاہ بھی وہی چاول کھارہا ہے جو ہم کھارہے ہیں۔بادشاہ بھی وہی
روٹی کھارہا ہے گیہوں کی جو ہم کھارہے ہیں۔لباس کو آپ دیکھ لیں۔لباس کا
بھی یہی بادشاہ بھی کپڑے ہی پہن رہا ہے ۔ اب یہ الگ بات ہے کہ اس کے کپڑے
پچاس روپے گز کے ہیں ہمارے کپڑے دس روپے گز کے ہیں لیکن بنیادی عمل لباس
کا یہ ہے کہ اس سے ستر پوشی ہو۔اور اس سے گرمی ، سردی کی حفاظت ہو۔ایک
غریب آدمی بھی کپڑے پہن کے ستر پوشی کر رہا ہے ، ایک بڑے سے بڑا امیر آدمی
بھی ستر پوشی کررہا ہے۔کچھ لوگوں کو یہ شکایت ہے کہ اللہ میاں امیروں کے
ہیں غریبوں کے تو ہیں ہی نہیں۔اگر غریبوں کے ہوتے اللہ میاں تو غریبوںکے پاس

بھی گاڑی ہوتی۔غریبوں کے پاس بھی محلات ہوتے۔بات یہ نہیں ہے ۔ بات یہ ہے کہ
کہ ضروریات زندگی کا ہمیں مطالعہ کرنا ہے۔ ضروریات زندگی یہ ہے کہ کپڑے
پہن کے ستر پوشی ہوجائے۔وہ ایک غریب کو بھی میسر ہے، امیرکو بھی میسر
ہے۔ گھر کا مطلب یہ کہ چھت ہو۔ دیواریں ہوں۔ دروازہ ، کھڑکیاں ہوں۔تاکہ
انسان دھوپ سے بچ جائے، سردی سے بچ جائے، گرمی سے تحفظ ہو، بارش ہو تو
اس سے بچ جائے۔ٹھیک ہے ایک بادشاہ جو ہے وہ سولہ کمروں کے مکان میں رہتا
ہے ایک غریب چار کمروں کے مکان میں رہتا ہے لیکن سوچنا یہ ہے کہ کیا
بادشاہ یا امیر آدمی کیا سولہ کمروں میں سوتا ہے؟ جس طرح ایک کمرے میں یہ
سوتا ہے بادشاہ بھی سوتا ہے۔جس طرح بادشاہ ڈھائی فٹ کی جگہ میں ،
ڈھائی فٹ اور چھ فٹ کی جگہ میں سوتا ہے ۔ اس طرح غریب آدمی بھی ڈھائی
فٹ اور چھ فٹ کی جگہ میں سوتا ہے۔تو جتنا بھی آپ غور و فکر کریں گے۔ اب
پانی ... پانی جناب کتا بھی پیتا ہے ، بلی بھی پیتی ہے، امیر بھی پیتا ہے، غریب پیتا
ہے۔اگر مساوات نہیں ہے تو یہ تو کبھی نہیں دیکھا ہوگا آپ نے کہ امیر آدمی
پانی نہیں پیتا ، وہ کچھ عرق گلاب پیتا ہے۔عرق گلاب پئے گا تو بیمار ہوجائے گا
وہ اسے کچھ فائدہ تھوڑی ہوگا اس سے۔تو یہ جو ایک غریب لوگوں میں ایک
تصور یہ ہے کہ اللہ میاں جو ہیں امیروں کے ہیں ان کو ہی سب کچھ دیتے ہیں
اور غریبوں کو تو کچھ نہیں دیتے۔سوال یہ ہے کہ کون سی ایسی چیز ہے جو
اللہ نے غریب کو تو دی ہے یا غریب کو نہیں دی اللہ نے امیرکو دی ہے غریب کو
نہیں دی ، مساوات ہے۔اچھا غریب کے پاس اللہ کا ذکر ہے۔ غریب کے پاس اللہ
سے تعلق ہے۔ غریب کے پاس اللہ کی محبت ہے۔غریب کے پاس خود غرضی نہیں
ہے۔حسد نہیں ہے۔ کمینہ پن نہیں ہے۔اور کسی امیرآدمی میں یہ ساری چیزیں
آپ کو پوری ملتی ہیں۔ابھی ایک امیر آدمی ہے اس کی جیب میں بیس
ہزار روپے پڑے ہوئے ہیں۔ایک غریب آدمی ہے اس کی جیب میں بیس روپے پڑے
ہوئے ہیں۔آپ بتائیے سڑک پہ سکھی کون ہے چلنے میں؟ امیر آدمی تو یہاں آئے
گا ہی نہیں۔کہے گا راستے میں پتہ نہیں کون آجائے۔ حالانکہ کسی کو پتہ نہیں
اس کی جیب میں کتنے پیسے پڑے ہیں لیکن وہ پیسے اس کے اندر خوف و دہشت
پیدا کردیتا ہے۔اس کا تجربہ آپ خودکرلیں۔ لائیسدس ہزار روپے جیب میں رکھ کے
رات کو اور پھر یہاں آئیں اور دل کی کیفیت دیکھیں۔تو یہ جو اللہ تعالیٰ رب
العالمین ... عالمین کا رب ہے۔ عالمین کو وسائل فراہم کرتا ہے ان کی
ضروریات کے مطابق۔اب اگر عالمین میں امیر اور غریب الگ الگ ہوتے تو اس کا
کوئی امتیاز ہونا چاہئے تھا۔مثلاً امیر کے ایک ناک ہوتی غریب کے دو ہوتی۔غریب
کے ایک دل ہوتا امیر کے تین دل ہوتے۔غریب کی دو آنکھیں ہوتیں ، امیر کی چار
ہوتیں۔غریب کہے گا دیکھو جی ہمارے تو دو ہاتھ ہیں امیر صاحب کے آٹھ ہاتھ
ہل رہے ہیں۔اور وہ آٹھ ہاتھ ہلا کے کرتا کیا؟ کام کس طرح کرتا آٹھ ہاتھوں
سے۔تو ہم جو لوگ ہیں وہ مساوات کو ناپتے ہیں دولت سے ، سونے سے اور
پیسے سے۔حالانکہ مساوات یہ ہے کہ پانی سب کے لئے پانی ہے ، ہوا سب کے

لئے ہوا ہے۔گیہوں سب کے لئے گیہوں ہے۔ چاول سب کے لئے چاول ہے۔گوشت
سب کے لئے گوشت ہے۔اب امیر آدمی کیا ہے وہ بھی بکرے کا گائے کا گوشت
کھاتا ہے۔ غریب آدمی بھی بکرے گائے کا گوشت ہی کھاتا ہے۔دالیں ہیں ... جتنی
بھی دالیں ہیں پانچ، چھ ، سات بتائیے اس کے علاوہ کوئی بھی آدمی دنیا میں
موجود ہے وہ کروڑ پتی ہے، ارب پتی ہے وہ دال ہی کھائے گا دال کی جگہ کوئی
کنکر پتھر پکا کر تو نہیں کھائے گا۔تو یہ اللہ تعالیٰ کا جو رب العالمین کی صفت
ہے۔ الحمد للہ رب العالمین ... سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو عالمین کو
وسائل فراہم کرتا ہے۔جو عالمین کو زندہ رکھتا ہے۔جو عالمین کی ضروریات کا
کفیل ہے۔جو عالمین کو صحت عطا کرتا ہے۔ جو عالمین کو وہ مشینری فراہم
کرتا ہے جس مشینری سے وہ کھانے پینے کے بعد توانائی حاصل کرتا ہے۔کیا ایک
امیر آدمی جب گوشت کھاتا ہے تو اس کے اندر کسی اور قسم کی توانائی پیدا
ہوتی ہے؟ دو آدمی ہیں۔ ایک امیر ہے ایک غریب ہے۔ دونوںگوشت کھاتے ہیں۔
آپ یہ بتائیں انصاف سے کہ انرجی ، توانائی کس کے اندر زیادہ پیدا ہوگی؟ دونوں
میں ایک جیسی پیدا ہوگی۔بلکہ اگر آپ تجزیہ کریں تو امیر آدمی جو ہے دولت
اس کے لئے عذاب بنی ہوئی ہے۔ہر وقت تو وہ ڈرتا ہی رہتا ہے، خوف زدہ رہتا
ہے۔اب جس زمانے میں میں کاروبار کرتا تھا۔تو میں ہر وقت ہی ڈرتا رہتا تھا
کبھی انکم ٹیکس سے ڈرتا تھا۔ کبھی سیلز ٹیکس سے ڈرتا تھا۔ کبھی اس سے ڈرتا
تھا ، کبھی اس سے ڈرتا تھا بھئی ۔ اور میں سوچتا تھا میں کیوں ڈرتا ہوں بھئی
حساب کتاب ہے سب کچھ ہے لیکن ایک خوف تھا انجانا۔رات کو جناب کوئی بلی
آئی تو پتہ چلا کوئی چور ہی صاحب آگئے ۔ اب جب پیسے ہی نہیں ہے تو دروازہ
ہی کھلا رہ جاتا ہے صبح کو اٹھتے ہیں یار دروازہ کھلا رہ گیا۔ اورضروریات کی
کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس میں کمی ہو۔وہی کپڑے ہیں، وہی جوتاہے، وہی
کوٹھی ہے، وہی گھر ہے ، وہی سب کچھ ہے۔تو انسان کے اندر جب یہ بات آتی
ہے کہ ہم جو غریب لوگ ہیں، ہم جو غریب لوگ ہیں وہ کوئی پسماندہ مخلوق
ہیں۔تو میں نے صبح بیٹھ کے یہ سوچا کہ یہ سب سے بڑا شیطانی حملہ ہے آدمی
کے اوپر۔ہمیں یہ سوچنا چاہئیے کہ اللہ ہمارا ہے۔ ہمیں یہ پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ہمیں اس بات کا بھی علم ہونا چاہئیے کہ اللہ تعالیٰ جب
چاہتا ہے ہمیں پیدا کرتا ہے جب تک چاہتا ہے ہمیں اس دنیا میں رکھتا ہے۔
حضور قلندر بابا اولیاؒ مجھ سے فرمایا ایک دفعہ کہ یہ انسان بھی بڑا عجیب
ہے۔موت سے ڈرتے ہیں۔حالانکہ انسان کی سب سے بڑی محافظ موت ہی ہے۔
ایک گھر میں آپ نے کسی کو بند کردیا۔دروازہ پہ چوکیدار بٹھا دیا۔اور اس سے
کہہ دیا جب تک میں نہ کہوں یہ باہر نہیں جانا چاہئیے۔اچھا اب وہ بندہ باہر کیا
آجائے گا؟ اور اگر آجائے گا تو چوکیدا ر کو آپ نکال دیں گے۔ اب اللہ تعالیٰ نے
فرمایا کہ مستقر و متاع الیٰ حین ... کہ ہم نے تمہیں اس دنیا میں ایک معینہ
وقت کے لئے بھیج دیا ہے۔اور چوکیدا ر ملک الموت کو بنادیا ہے۔اس وقت معینہ
سے پہلے ملک الموت آپ کو لے کیسے جائے گا اور لے کر جائے گا تو بازپرسی سے

کیسے بچ جائے گا؟ بھئی آپ کی عمر اللہ تعالیٰ نے مثال کے طور پر ساٹھ سال ...
مستقر و متاع الیٰ حین ... وقت معینہ کا مطلب ساٹھ سال لے لیتے ہیں مثال کے
طور پر اللہ میاں نے کہا اس بندے کو دنیا میں بھیج دو، جنت سے نکلا ہوا ہے سزا
کے طور پر ساٹھ سال دنیا میں رہے گا۔اور پوری دنیا کو آپ ایک گھر سمجھ لیں۔
گھر سمجھ لیں، کارخانہ سمجھ لیں۔ساٹھ سال اس میں رہے۔اور ملک الموت
سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ساٹھ سال کے بعد ایک سیکنڈ اس بندے کو وہاں نہیں
رہنا۔اور ساٹھ سال سے ایک سیکنڈ پہلے اس بندے کو وہاں سے نکلنے نہیں دینا۔
تو آپ ساٹھ سال سے پہلے کس طرح اس جیل خانے سے نکل سکتے ہیں؟ تو
حضور فرمایا کرتے تھے قلندر بابا کہ یہ عجیب آدمی کہ موت سے ڈرتا ہے موت
خود حفاظت کررہی ہے۔انسان کی سب سے بڑی محافظ اس کی موت ہے اس
لئے کہ وہ ملک الموت کی ڈیوٹی لگا دی ہے اللہ تعالیٰ نے کہ اسے ساٹھ سال میں
لانا ہے۔یا اسّی میں لانا ہے، یا نوے میں لانا ہے یا سوے اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ دیا
جب یہ پیدا ہوجائے دو سال میں لے آنا۔ اس کی دو سال سے زندگی زیادہ ایک دن
بھی زیادہ عمر نہیں ہوسکتی۔اور وہ جو ملک الموت ہے وہ کوئی ہماری طرح
انسان تو ہے نہیں کہ رشوت لے لیگا۔وہ تو فرشتہ ہے۔ہم اسے کہیبھئی ملک
الموت ...ہ اول تو کوئی جانے کو تیار ہی نہیں مرنے کو۔کہ چلو اگر کوئی آدمی
بیزار بھی ہے دنیا سے پریشان بھی ہے ملک الموت بھائی لے یار دس منٹ کے لئے
جانے دے۔وہ تو فرشتہ ہے اسے تو کوئی حساب کتاب کا پتہ ہی نہیں۔فساد تو
انسان کے اندر ہے ، فرشتوں کے اندر تو فساد ہے ہی نہیں۔اب وہ غریب ہو ،
امیر ہو۔ اس کی پیدائش بھی ایک ہی طرح کی ہے۔شہنشاہ ایران پیدا ہوا۔
بتائیے شہنشاہ ایران کے پیدا ہونے میں ایک فقیر کے پیدا ہونے میں کیا فرق ہے؟
وہ بھی ماں کے پیٹ میں نو مہینے رہا۔ پیدا ہونے کے بعدا س نے بھی اپنی ماں کا
دودھ پیا۔بلکہ اس کو تو دودھ نصیب بھی نہیں ہوا اس کو تو آیاؤں نے پلایا۔
غریب تو پھر بھی اپنی ماں کا دودھ پیتا ہے۔امیروں کے ہاں تو یہ ہوتا ہے ناں
فلاں آیا فلاں ڈبہ کا دودھ۔تو یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے اور بہت بڑا حملہ
ہے شیطان کا کہ جب وہ کسی آدمی کو کسی دولت مندکی طرف متوجہ کرتا
ہے ، اس کی نظر میں اللہ نے اس کے پاس گاڑی ہے ، اس کے پاس دیکھو محل
ہے ، اس کے پاس یہ ہے۔میرا چونکہ پبلک ریلیشن سے تعلق ہے سبھی لوگ میرے
پاس آتے جاتے ہیں۔اب یہ سمجھئے میں تقریباً ... تقریباً کیا پون صدی تو ہو ہی
گئی میں نے اپنی زندگی میں اپنے سمیت دنیا دار ی کے حساب سے کبھی کسی کو
پرسکون نہیں دیکھا۔غریب آدمی جو محنت مزدوری کرنے والا اسے ان کے مقابلے
میں ہمیشہ پرسکون دیکھا۔کیوں؟ اس لئے کہ ان دولت مند لوگوں کا دولت کے
علاوہ کسی چیز پہ تکیہ نہیں ہوتا۔ ان کے ذہن میں اللہ نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے
فرمایا ہے ... کہ جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیںاور اللہ کی راہ میں لٹا نہیں
دیتے ، خرچ نہیں کردیتے وہ سونا چاندی ان کے لئے عذاب الیم ہے۔اے پیغمبر ﷺ!
انہیں بشارت دے دیجئے کہ یہ سونا چاندی تمہارے لئے عذاب ہے۔... و بشر هم

بعذاب الیم ... پیغمبر! آپ نہیں بتادیجئے ، سمجھا دیجئے، بشارت دے دیجئے کہ یہ دولت ان کے لئے عذاب ہے۔تو اگر ہم اللہ کو چھوڑ کر دولت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، دولت جمع کرنے کے چکر میں پڑ جاتے ہیںتو اس کا کیا مطلب ہوا کہ ہم کس زندگی میں داخل ہونا چاہ رہے ہیں؟ عذاب کی زندگی میں داخل ہورہے ہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ پیٹ بھر کے روٹی بھی دے رہاہے۔ پہننے کو کپڑے بھی دے رہا ہے۔گھر کی چھت بھی دی ہوئی ہے۔بیوی بھی ہے۔ بچے بھی ہیں۔ کار نہیں ہے۔ کار دو لاکھ روپے کی ہے۔ بسیں دس لاکھ روپے کی ہیں۔تو ہم تو ویسے ہی اچھے ہیں ہم تو بس میں بیٹھ کر ہم تو دس لاکھ کی گاڑی میں بیٹھ کر جاتے ہیں وہ تو دو لاکھ کی گاڑی میں جاتا ہے۔یہ سوچنے کی بات ہے۔اچھا اب کار آپ کے پاس ہوگئی۔تو ظاہر ہے اس کا پیٹرول بھی چاہئے۔ اس کا مینٹیننس بھی چاہئے۔بینکوں سے جو لون لیا ہے اس کی قسطیں بھی دینی چاہئے۔ یہ عذاب ہے اور کیا عذاب ہے؟ وہ میرے پاس ایک صاحب آئے لاہور میں بڑے پریشان کہ جی بہت مر گئے اور کھپ گئے اور تباہ ہوگئے اور برباد ہوگئے۔کیا ہوگیا بھائی؟ کہنے لگے جی بڑی مہنگائی ہوگئی۔بڑی مہنگائی ہوگئی۔تو میں نے کہا یار مجھے تو کوئی مہنگائی نظر نہیں آئی میں تو جب روپے کا بیس سیر گندم ملتا تھا اس وقت بھی کبھی ایسا نہیں ہوا کہ روٹی نہ ملی ہو آج بھی نہ ملی ہو۔ آج بھی آٹھ آنے کی روٹی نہ ملی ہو۔ کپڑے اس وقت بھی پہنتا تھا، آج بھی پہنتا ہوں۔کہنے لگے جی آپ کو نہیں پتہ جی بڑی مہنگائی ہوگئی۔تو میں نے اس سے پوچھا میںنے کہا بات سنو تمہارے گھر گاڑیاں کتنی ہیں؟ کہنے لگے تین ہیں جی۔تو میں نے کہا بہت اچھی بات ہے دو گاڑیاںختم کردو۔دو گاڑیوں کا خرچہ بچے گا۔ میں نے کہا بھائی اے سی کتنے ہیں؟ وہ بھی پتہ نہیں چار بتائے کتنے بتائے۔میں نے کہا کوئی ضرورت نہیں ایک بڑے کمرے میں لگا دو سب وہیں سوجائیں۔ تین کو ختم کرو۔ بجلی کا بل کم ہوگا۔میں اس کو سمجھاتا رہا۔ فریج کتنا ہے؟ اس نے کہا جی دو ہیں۔ایک کمرے میں ایک کچن میں ہے۔ میں نے کہا ایک کرلو۔اور گھر کتنا ہے بھئی؟ کرایہ کتنا دیتے ہو؟ اس نے پتہ نہیں کتنا بتایا کرایہ۔ میں نے کہا چلو کرایہ یہ کہ آدھا گھر کرایہ پر دے دو۔کہنے لگے یہ کیا بات ہوئی؟ تو میں نے کہا مہنگائی کہاں ہوئی بھئی؟ کدھر سے مہنگائی ہوئی بھئی ؟ ایک گاڑی سے تمہارا گزار چل سکتا ہے۔تو بات وہی ہے کہ جب آدمی دولت کی جال میں ایک دفعہ پھنس جاتا ہے بس اس کے ذہن میں اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں آتا کہ دولت اور، دولت اور، اور پیسے آئے، اور گاڑی آئے، اور گھر بنے، اور پلاٹ بنے اور۔ اور اس میں نتیجے یہ ہوتا ہے کہ وہ اسی ہائے ہائے میںملک الموت آجاتے ہیں اور بھائی اب ہائے ہائے بہت کرلی اب چلو وہ کہے بھائی تھوڑی دیر کے لئے ... دو منٹ کے لئے چھٹی دے دیں وہ کہے گا بھائی اب چھٹی وٹی کی بات نہیں ہے ہم نہ پہلے آسکتے ہیں نہ بعدمیں آسکتے ہیں۔اور وہ لوگ جو اللہ سے جن کا تعلق ہوتا ہے ، اللہ سے رابطہ ہوتا ہے۔ان کا واقعہ بھی آپ نے سنا ہوگا۔کہ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی بیمار ہوگئے۔بہت بیمار

ہوگئے۔دروازے پہ کوئی صاحب آئے انہوں نے کنڈی بجائی۔بڑے صاحبزادے باہر
گئے۔انہوں نے ایک لفافہ دیا۔جو باہر صاحب کھڑے ہوئے تھے یہ والد صاحب کو دے
دیں۔والد صاحب نے لفافہ کھولا ، خط پڑھا اس میں۔ اور خط پڑھ کر کہا ان سے
یہ کہیں کہ آپ ایسا کریں کہ آدھے گھنٹے کے بعد آپ تشریف لائیں۔تو جاکر کہہ
دیا۔ صاحبزادے سمجھے کہ کوئی ملنے آیا ہوگا۔اور وہ لفافہ انہوں نے تکیے کے
نیچے رکھا۔تکیے کے نیچے رکھ کے انہوں نے کہا بھائی مجھے نہلاؤ، دھلاؤ ، کپڑے
اچھے پہناؤ۔ نہلایا، دھلایا، کپڑے پہنایا جو بھی کچھ وصیت کرنی تھی، نصیحت
کرنی تھی۔ امانتیں رکھی ہوئی تھیں وہ واپس کرنی تھی۔ وہ سب انہوں نے اپنا
پورا حساب کرکے لیٹ گئے۔نفلیں وفلیں پڑھ کے لیٹ گئے اور مر گئے۔اور ایک دم
چونکہ مرگئے نفلیں پڑھ کے بڑی گھر میں کہرام مچ گیا جو ہوتا ہی ہے۔کفن
دفن ہوگیا۔دفنانے کے آنے کے بعد انہوں نے بڑے صاحبزادے نے سوچا یہ ایک آدمی
آئے تھے ، ابا نے کہا تھا آدھے گھنٹے بعد آنا وہ تو آئے نہیں۔وہ جنازے میں بھی
شریک نہیں ہوئے۔کون تھے کیا تھے؟ بسترا لپیٹ دیا گیا تو وہ کھولا تو تکیے کے
نیچے رکھا ہوا تھا لفافہ۔اس کو جب کھولا تو اس میں لکھا تھا ...بہاء الدین زکریا
ملتانی اللہ کا دوست السلام علیکم ! مجھے حکم ہوا ہے کہ میں آپ کو لے
جاؤں۔میرے لئے کیا حکم ہے؟ نیچے لکھا تھا عزرائیل ... ملک الموت۔ وہ کہا آدھے
گھنٹے کے بعد آنا وہ آدھے گھنٹے کے بعد لے گئے آکر۔ایسی بھی موت ہوتی ہے۔
لیکن یہ موت کن لوگوں کی ہے؟ یہ موت ان لوگوں کی ہے جن کا اللہ سے تعلق
قائم ہوتا ہے۔اور جن کا اللہ سے تعلق قائم نہیں ہوا وہ تو بھائی انسان کی صف
میں ہی نہیں آیا ابھی ، انسان کی فضیلت کس بنیاد پر ہے؟ انسان کی تو
فضیلت ہی یہ ہے کہ تمام مخلوق میں ایک واحد مخلوق انسان ہے جس کا اللہ
سے تعلق قائم رہتا ہے۔جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جہاں تم ایک ہو
وہاں میں دوسرا ہوں۔جہاں تم دو ہو وہاں میں تیسرا ہوں۔اب اس کا مطلب
ہے یہاں ہم جتنے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ہم سب کے ساتھ اللہ ہے۔اب اگر ہم
اندھے بنے رہیں ، اور اپنی آنکھیں نہ بنوائیں تو اللہ نظر نہیں آئے گا لیکن اگر ایک
پانی اتر جاتا ہے موتیا اتر جاتا ہے اندھا ہوجاتا ہے آدمی ، آپریشن کرلیتا ہے نظر
آنے لگتا ہے۔اگر ہم بھی اپنی آنکھ کا آپریشن کرالیں ہمیں بھی اللہ نظر آئے گا۔
پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں تو تمہاری رگ جاں سے بھی زیادہ قریب ہوں۔تو
اللہ تعالیٰ کا فرمانا برحق ہے یا اللہ تعالیٰ کہانیاں سنا رہے ہیں؟ کیوں نہیں
نظر آتا اللہ؟ جب اللہ یہ کہتا ہے میں تمہاری رگ جاں سے زیادہ قریب ہوں
یعنی اس کا مطلب ہے کہ میں اتنا قریب ہوں، اتنا قریب ہوں کہ تم اس کا
تصور نہیں کرسکتے۔ رگ جاں کا مطلب یہی ہوا ناں؟ نظر کیوں نہیں آتا؟جب
اللہ تعالیٰ ہم سے اتنا قریب ہے کہ جس کا ہم تصور بھی نہیںکرسکتے تو اللہ
تعالیٰ ہمیں نظر کیوں نہیں آتا؟ کیوں نہیں نظر آتا؟ جی؟ تلاش نہیں کرتے ہم
دیکھنا نہیں چاہتے۔ تلاش تو ہم اسے کریں گے بھائی جو دور ہو چیز۔مقصد تلاش
بھی نہیں ہے۔تلاش اس چیزکو کیا جاتا ہے جو دسترس سے باہر ہو۔اب تو

صرف دیکھنا ہے۔تلاش نہیں کرنا۔بھئی آپ کے سامنے ایک چیز پڑی ہوئی ہے اسے
آپ تلاش کریں گے یا دیکھیں گے؟ تو دسترس میں جو چیز ہے اسے تلاش کیا کرنا
بھائی۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ... و فی انفسکم افلا تبصرون ... میں تو تمہارے
اندر ہوں تم مجھے دیکھتے کیوں نہیں ہو؟ تو اللہ کیوں ہمیںنظر نہیں آتا ؟ ہم
اپنے اند رنہیں دیکھتے۔... و فی انفسکم افلا تبصرون ...میں تو تمہارے اندر ہوں
تم مجھے دیکھتے کیوں نہیں ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک آپ اپنے
اندرنہیں دیکھیں گے اللہ نہیں نظر آئے گا۔ جب تک باہر دیکھتے رہیں گے اللہ جو
ہے پردے میں رہے گا۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے ... جان بھی اندر ہی ہے۔نحن الیہ
اقرب من حبل الورید ... میں تمہاری رگ جاں سے زیادہ قریب ہوں ۔ جان کہاں
ہے؟ بھئی اندر ہے باہر ہے؟ اگر باہر ہوتی نظر آتی؟ تو اللہ کو دیکھنا اس وقت
ممکن ہے جب آپ اپنے اندر دیکھیں گے۔اور جب تک باہر دیکھتے رہیں گے اللہ
کیسے نظر آئے گا؟ دیکھئے ناں ایک چیز آپ نے صندوق میں رکھی ہوئی ہے ۔ آپ
صندوق کے چاروں طرف طواف کر رہے ہیں۔ صندوق نہیں کھولتے۔تو آپ سو
سال تک طواف کرتے رہیں صندوق کا ۔ وہ سو سال طواف کرنے کی ضرورت
نہیں وہ ڈائریکٹ آپ کنڈی کھولیں ڈھکن اٹھائیں وہ چیز اندررکھی ہے اٹھالیں اس
کو۔تو یہ انسان جب پیدا ہوا۔ انسان جب پیدا ہوا تو پیدا ہونے سے پہلے کہاں
تھا؟ وہ بھی اندر ہی تھا۔اندر کا مطلب عالم ارواح میں تھا۔ کوئی چیز نظر نہ
آئے وہ اندر ہے۔اب دو ایجنسیاں سامنے آئیں۔ایک انسان کا اپنا ظاہر ہے۔ جو
انسان کا ظاہر ہے وہ کیا ہے؟ ہاتھ پیرہ کھانا پینا۔انسان جن وسائل کی بنیاد پر
زندہ ہے وہ بتائیے کہ ظاہر ہے یا باطن ہے؟ ظاہر ہی ہے۔پانی بھی ظاہر
ہے ،گیہوں بھی ظاہر ہے۔ پھل فروٹ بھی ظاہر ہے۔ابا بھی ظاہر ہیں۔ اماں
بھی ظاہر ہیں۔بیٹے بھی ظاہر ہیں۔دوست احباب بھی ظاہر ہیں ۔گھر بھی
ظاہر ہے۔اس میں تو کوئی چیز اندر ہے ہی نہیں۔تو کیا مطلب ہوا اس کا؟ کہ
جب تک انسان کا ذہن وسائل کی طرف رہے گاوہ اللہ کو نہیں دیکھ سکتا۔اور
جب انسان کا ذہن وسائل بنانے والے کی طرف ہوگا تو اللہ نظر آئے گا وہ وسائل
بنانے والا اندر موجود ہے۔جتنا دولت کی طرف آپ کا ذہن مرکوز ہوگا۔ جتنا
دنیاوی معاملا ت کی طرف آپ کا ذہن مرکوز ہوگا اسی مناسبت سے آپ اللہ
سے دور ہوتے چلے جائیں گے۔اب دولت کے مرکوز ہونے کا مطلب یہ بھی نہیں کہ
آپ یہ کہیں صاحب نہ محنت کریں، نہ مزدوری کریں ، نہ کاروبار کریں۔ اور دور
جاکر جنگل میں بیٹھ جائیں۔یہ اس کو بھی اللہ پسند نہیں کرتا۔اس کو بھی اللہ
تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔تو اب پھر کیا ہم کریں کیا؟ ایک صورت ہے کہ اللہ کے دئے
ہوئے وسائل کو آپ تلاش کریں ظاہرے اسباب میں۔اور باطنی اسباب میں یہ
سوچیں یہ سب اللہ کی دی ہوئی ہے۔ اولاد آپ کو دیاآپ کو کیا تکلیف ہے؟ آپ
یہ سوچیں یہ اللہ کی دی ہوئی اولاد ہے۔آپ یہ کیوں سوچیں کہ یہ میری اولاد
ہے۔میری تو ہے ہی نہیں۔ اگر آپ کی اولاد ہوتی تو قبر میںآپ ساتھ لے کر
جاتے۔اگر آپ کی اولاد ہے تو آپ کے ساتھ قبر میں جاتی۔میری اماں نے مجھے ایک

قصہ سنایا ایک لڑکی تھی وہ بہت بیمار ہوگئی ماں نے دعا کی یا اللہ! اس کی
جگہ مجھے اٹھالے۔مجھ سے اپنی بیٹی کی تکلیف نہیں دیکھی جاتی۔ قبولیت کا
وقت تھا دعا قبول ہوگئی ۔ ملک الموت آکر کھڑے ہوگئے سلام علیکم! انہوںنے
کہا بھائی کون ہو بھائی؟ وہ کہنے لگے ابھی جو تم دعا مانگ رہی تھیںدعا قبول
ہوگئی میں آگیا ہوں بتاؤ کیا حکم ہے۔ کہنے لگیں وہ پڑی ہے وہاں ۔ اب دیکھئے
جتنے بھی وسائل ہیں اس میں بیوی ہے، شوہر ہے، بچے ہیں، کاروبار ہے، آپ کا
گھر ہے، مکان ہے، آپ بتائیے آپ کیا چیز ساتھ لے جاتے ہیں؟ اور کچھ لے بھی جاتے
ہیں وہ کیا لے جاتے ہیں؟ اعمال کا تعلق کہاں سے ہے؟ ظاہر سے یا باطن سے؟
اب آپ نماز پڑھیں ۔ اس میں کہیں جی یا اللہ! مجھے لوگ دیکھیں خوش ہوں کہ
بڑا نمازی پرہیزگار ہے۔وہ سارا کا سارا عذاب ہے۔ آپ کسی کو چھپا کے خیرات
کردیںاور دل میں یہ ہے کہ جس طرح اللہ نے مجھے چھپا چھپا کے دے رہا ہے اس
کا بھی کسی کو نہ پتہ چلے ۔ سارے کا سارا خیر ہے۔آپ ہسپتال بنادیں اس لئے
آپ کا نام ہو۔کیا ہے خیر ہے شر ہے؟ سب ... ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جو مساوات
کی جو دنیا بنائی ہے وہ یہ ہے کہ ہر انسان کو وسائل مساوات میں تقسیم
ہوتی رہے۔اللہ تعالیٰ نے کبھی یہ نہیں کہا ہے کہ ایک امیر آدمی جو ہے وہ بیس
گلاس پانی پئے۔اور غریب آدمی کو دو گلاس پانی ملے گا۔یا ایک آدمی جو ہے ہوا
جو ہے اتنے پونڈ ہوا کھائے ، دوسرا آدمی ... کبھی نہیں ۔ ہوا سب کے لئے ہے۔
روشنی سب کے لئے ہے۔زمین سب کے لئے ہے۔ اب یہ زمین پر کوئی غاصبانہ
قبضہ کرلے تو اس غاصبانہ قبضہ کرکے وہ زمین تو ساتھ نہیں لے جاتا۔ بھئی
شہنشاہ ایران ابھی مرا ہے زیادہ دن نہیں ہوئے۔ ڈھائی ہزار سال سے جناب ان
کے خاندان میں بادشاہت تھی۔ قبر نصیب نہیں ہوئی۔جہاز میں مرگیا۔جہاز میں
اس کا سبھی کچھ تھا۔ ہسپتال بھی یہ بھی لیکن ساتھ کیا لے گیا؟ ہوائی
جہازمیں مرگیا۔اور اپنے اتنا بڑا بادشاہ ہے اپنے ملک میں اپنے وطن میں دو گز، دو
گز زمین نصیب نہیں ہوئی۔کیا لے گیا بھئی۔ اس کی تو لاکھوں ایکڑ زمین
ہوگی۔قبر کے لئے اسے دو گز زمین نہیں ملی۔تو اللہ تعالیٰ کی اس آیت کو آپ
سب لوگ جو میں نے پڑھی ...الحمد للہ رب العالمین ... یہ یہاں جو سنا کریں وہ
گھر میں جاکر دہرایا بھی کریں۔اپنے بچوں کو بھی سنایا کریں ۔ اپنی بیگم صاحبہ
کو بھی سنادیا کریں اگر وہ سننے کو تیار ہوں خیر وہ تو سنتی ہی نہیں بیگمات
تو۔بچے تو سن لیں گے۔اپنے دوست احباب میں بیٹھ کر اس بات کا تذکرہ کیا
کریں۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو روشنی ملے اس روشنی کو پھیلانا چاہئیے۔اگر
آپ کے پاس ایک چراغ ہے۔وہ جل رہا ہے۔اس سے اگر ایک ہزار چراغ جل جائیں
گے تو آپ کے چراغ کی روشنی میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔کیوں اسے آپ ایک
چراغ کو چھپا کے رکھتے ہیں؟ چراغ سے چراغ جلنے دیں۔اور اس میں آپ کی
روشنی تو کم نہیں ہورہی بلکہ آپ کے لئے ایک رونق بن رہی ہے۔بھئی آپ
مسجد میں ایک چراغ جلائیں۔ایک میں لے آیا۔ ایک فلاں صاحب لے آئے۔سو چراغ
لاکر ہم نے اس مسجدمیں لگادئے ایک چراغ سے لو سے جلا کے۔آپ کا دل خوش

نہیں ہوگا کیا؟ اور آپ کا کوئی نہ تیل جلایا نہ آپ کی اس سے لو میں کوئی فرق آیا۔مفت کی روشنی ہے۔حضور پاک ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ جو اچھی بات سنو اسے پھیلاؤ، لوگوں کو سناؤ۔لوگوں کو اس طرف متوجہ کرو۔ اب دیکھئے ایک آدمی احساس کمتری میں مبتلا ہے۔ یار امیر اچھے ہوتے ہیں۔ میں تو غریب ہوں ۔ اور رو رہا ہے ۔ پریشان ہے۔ بدحال ہے۔اور نفسیاتی مریض بن گیا ہے۔اب جو باتیں ہم نے یہاں کیں۔ اگر اس کو بیٹھ کر سمجھائیں کیا وہ نفیساتی مرض سے آزاد نہیں ہوجائے گا ؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے۔آمین۔

خطبات خواجہ شمس الدین عظیمی

ACD 40

Track - 2

24:00

''روح اور مادی وجود کا تعلق''

روح اللہ تعالیٰ کا حصہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی جان ہے۔اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق
کو تخلیق کیا تو مخلوق کے اندر دیکھنے، سننے، محسوس کرنے اور پہچاننے کی
کوئی صلاحیت موجودنہیں تھی۔خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پتلا تھا ۔ حرکت بھی
نہیں تھی۔اللہ تعالیٰ خود دانا ہیں ، بینا ہیں، محیط ہیں، قدیر ہیں، علیم ہیں،
قدیر ہیں،قادر مطلق ہیں۔ جو چاہیں ، جب چاہیں، جس طرح چاہیں کرتے
ہیں۔ان کا کوئی مشیر بھی نہیں ہے۔ان کی کوئی برابری کانہیں ہے۔وہ اپنے
معاملات میں درو بست قادر مطلق ہیں۔اللہ تعالیٰ کی جان بھی قادر مطلق
ہے۔اللہ تعالیٰ کی ایک صفت رحیم ہے، کریم ہے ۔ اللہ تعالیٰ ستار العیوب ہیں ،
عیبوں کو چھپاتے ہیں۔ غفا الذنوب ہیں، گناہوں کو ازخود معاف کردیتے ہیں۔
معافی مانگنے سے گناہوں کی بخشش ہوجاتی ہے۔ مغفرت ہوجاتی ہے۔جب
اللہ تعالیٰ نے اس پتلے میں اپنی جان میں سے جان ڈالی تو یہ پتلا اللہ تعالیٰ کی
صفات کا حامل ہوگیا۔اللہ تعالیٰ سنتے ہیں ۔ پتلے کے اندر جان داخل ہوئی تو
پتلے نے سننا شروع کردیا۔ اللہ تعالیٰ بصیر ہیں، دیکھتے ہیں۔ پتلے کے اندر جب
اللہ تعالیٰ کی جان داخل ہوئی تو پتلے نے دیکھنا شروع کردیا۔اللہ تعالیٰ علیم
ہے ، پتلے کو علم حاصل ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ خبیر ہے، پتلا باخبر ہوگیا۔اللہ تعالیٰ
قادر مطلق ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے پتلے کو جتنا اختیار دیا پتلا اختیار استعمال کرنے پر
قادر ہوگیا۔روح کا جب ہم تذکرہ کرتے ہیںتو لامحالہ ہمارا تعلق اور ذہن اللہ
تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔اس لئے کہ روح اس سے نکال دی جائے تو وہ
پتلے کے علاوہ کچھ نہیں ہے ۔ نہ وہ سن سکتا ہے ، نہ وہ دیکھ سکتا ہے ، نہ وہ
محسوس کرسکتا ہے۔ نہ وہ کسی چیز کو پکڑ سکتا ہے۔ نہ وہ کسی چیز کا
انتخاب کرسکتا ہے۔لیکن جب تک روح اس کے اندر موجود رہتی ہے ہرکام کرتا
ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہوجاتا ہے۔آپ سب حضرات عظیمیہ
سلسلے کے افراد یہ بھی جانتے ہیں کہ پتلے میں روح آنے کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے
پتلے سے اپنا تعارف کرایا تو کہا کہ میں تمہارا پیدا کرنے والا ہوں۔تمہارا رب
ہوں۔پتلے نے اللہ کی ربوبیت کا اقرار کیا۔لیکن ربوبیت کا اقرار کب کیا جب پتلے
میں روح تھی۔یا یوں کہئے کہ براہ راست روح نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا اللہ تعالیٰ
کو سنا، اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا۔ہم جب اپنی روح سے واقف ہوجاتے
ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم اس زون میں چلے گئے جس زون میں
روح اللہ کو دیکھ چکی ہے۔ جس زون میں روح اللہ کی آواز سن چکی ہے۔جس
زون میں روح اللہ کی ربوبیۃ کا اقرار کرچکی ہے۔روحانیت کا منشاء اس کے
علاوہ کچھ نہیں ہے کہ یوم ازل میں جس طرح روح نے اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر
اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا ہے اس دنیا میں بھی بندہ مادی وجو د کے ساتھ
یا مٹی کے پتلے کے ساتھ اپنی روح سے واقفیت حاصل کرے اور جیسے ہی اسے روح
سے واقفیت حاصل ہوجاتی ہے روح کی تمام صفات جو ازل میں اسے منتقل
ہوچکی ہیںانسان ان سے واقف ہوجاتا ہے۔جاگناسونا، خواب ، کشف الہام یہ
ہم لوگ پڑھتے ہیں یا سنتے جتنی باتیں تصوف میں اور روحانی کتابوں میں

ہیاس کا منشاء صرف اور صرف یہ ہے کہ جب کوئی انسان اپنی روح سے اپنی
اصل سے واقف ہوجاتا ہے تو وہ اللہ سے واقف ہوجاتا ہے۔ اس لئے کہ روح اللہ
سے پہلے سے واقف ہے۔ جتنے بھی اسباق ہیں، مراقبہ جات ہیں۔ذکر و فکر
ہے۔ ذکر جلی ہے۔ ذکر خفی ہے۔نفی اثبات ہے۔جو بھی کچھ ہے۔اس کا منشاء
یہی ہے کہ انسان اپنی روح سے واقف ہوجائے۔جب تک انسان اپنی روح سے
واقف نہیں ہوگا روح نے ازل میں جو صفات حاصل کئے ہیں اللہ تعالیٰ سے ان
سے واقف نہیں ہوگا۔اب یہ بڑی ستم ظریفی ہے کہ انسان ساری زندگی روح
کے ساتھ بسر کرتا ہے۔ روح کے بغیر کھا نہیں سکتا۔ روح کے بغیر پانی نہیں پی
سکتا۔روح کے بغیر شادی نہیں کرسکتا۔روح کے بغیراس کے بچے نہیں ہوتے۔روح
کے بغیر وہ کوئی علم نہیں حاصل کرسکتا۔روح کے بغیر گھر نہیں بناسکتا۔اس
لئے کہ جب تک روح جسم میں رہتی ہے وہ گھر بھی بناتا ہے ، شادی بھی کرتا
ہے۔کسی مردہ جسم نے کبھی گھر نہیں بنایا۔ کبھی شادی نہیں کی۔کسی مردہ
جسم عورت نے کبھی بچے نہیں جنا۔ کسی مردہ مرد نے شادی کرکے اولاد پیدا
نہیں کی۔تو جتنا بھی آپ غور کریں یہ مادی جسم اسی وقت تک کام کرتا ہے
جب تک اس کے اندر روح ہو۔اب کوئی بھی کام کریں آپ، دین کا کام کریں ،
دنیا کا کام کریں۔اچھا کام کریں۔ برا کام کریں۔اس کے لئے لازم ہے کہ آپ کے
اندر روح موجود ہو۔اگر آپ کے اندر روح موجود نہیں ہوگی آپ کچھ بھی نہیں
کرسکتے۔ نہ آپ نماز پڑھ سکتے ہیں، نہ روزہ رکھ سکتے ہیں، نہ خیرات
کرسکتے ہیں ، نہ زکوٰۃ دے سکتے ہیں، نہ حج کرسکتے ہیں، نہ کاروبارکرسکتے
ہیں۔کچھ بھی نہیں کرسکتے۔اب یہ بات بہت زیادہ غور و فکر کی ہے بلکہ اس
میں تو غور و فکر کی ضرورت ہی نہیں ہے کیا اس میں غور و فکر کی ضرورت
ہے کہ روح کے بغیر جسم جو ہے مردہ ہوتا ہے ، کچھ نہیں ہوسکتا ، ڈیڈ باڈی
ہوتا ہے۔ اس میں کیا فکر کی بات ہے؟ کون سے تفکر کی بات ہے ، اس میں
کون سی ایسی بات ہے جو سمجھ میں نہیں آتی؟ آج میرے اباجی مرگئے۔ میری
والدہ کا انتقال ہوگیا۔ میرے دادا مر گئے۔ میں نے سب کو دیکھا۔میں نے کسی
اپنے دادا کو، باپ کو ، دادی کو ، نانی کو نہیں دیکھا کہ مرنے کے بعد بھی انہوں نے
اٹھ کے بیٹھ گئی ہوں۔ ایک گھونٹ پانی پی لیا ہو۔میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ
کسی مردہ جسم نے کوئی گھر بنایا ہو۔کسی نے کبھی نہیں دیکھا کہ مردہ جسم
نے دکان پہ بیٹھ کے اس نے دکانداری کی ہو۔تاریخ انسانی میں ایک مثال ایسی
نہیں ہے کہ کسی مردہ جسم نے کسی کمپنی میں جاکر ملازمت کی ہو۔لامحالہ
یہی بات حتمی، آخری اور حقیقی ہے کہ انسان کا مادی جسم روح کے بغیر ڈیڈ
باڈی ہے۔ مردہ ہے، لاش ہے ، جب تک اس کے اندر روح رہے گی، رہتی
ہے ،حرکت ہوتی ہے۔ اور جب روح نکل جاتی ہے تو حرکت ختم ہوجاتی ہے۔تو
انسان کا اصل جو ہے وہ مادی وجود نہیں ہے۔انسان کی اصل اس کی روح ہے۔
یا یوں کہئے اصل انسان مادی وجود نہیں ہے ، اصل انسان گوشت پوست کے
پتلے کا نام نہیں ہے ، ہڈیوں کے ڈھانچے کا نام نہیں ہے۔اصل انسان روح ہے۔اور

جب کوئی انسان اپنی اصل کو اپنی ذات کو پہچان لیتا ہے ، روح چونکہ اللہ کو
دیکھ چکی ہے ، روح چونکہ اللہ کی آواز سن چکی ہے ، روح چونکہ اللہ کی
ربوبیت کا نہ صرف یہ کہ اقرار کرچکی ہے بلکہ عہد کرچکی ہے اس لئے وہ اللہ
کو دیکھ لیتا ہے ، اللہ کو سن لیتا ہے اور اللہ کی ربوبیت کہ دائرہ کار میںاس
طرح آجاتاہے جس طرح ایک بچہ ماں کہ آغوش میںآتا ہے۔یہ ذکر اذکار، شب
بیداری، نوافل سب اس لئے ہیں کہ آدمی مادی وجود سے اپنا رشتہ توڑ کہ اپنی
اصل روح کی طرف متوجہ ہو۔الحمد للہ ! آج کی مجلس میں ہمیںسوفیصدی تو
نہیںلیکن کافی حد تک کامیابی ہوئی۔اللہ تعالیٰ ہماری اس مختصر سی ریاضت
کو ، ٹوٹی پھوٹی عبادت کوقبول فرمائیں۔اور ہمیں اس بات کی طرف متوجہ
رہنے کی توفیق دے کہ مادی وجود کچھ نہیں ہے۔مادی وجود ڈیڈ باڈی ہے۔اگر
انسان زندہ رہتے ہوئے بھی اپنی اصل سے واقف نہیں ہے تو وہ چلتی پھرتی لاش
کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔جب اسے یہ پتہ ہی نہیںہے کہ میں کون ہوں کیا ہوں تو
وہ بیکار عضو معطل ہے اور کچھ نہیں ہے۔اگر انسان کی زندگی کا حاصل کھانا
پینا، شادی، بچے پیدا کرنا ہے تو یہ اس سے بڑی حماقت کی بات دنیا میں اور
کوئی نہیں ہوسکتی ہے۔اس لئے بچے تو چوہے کے بھی ہوتے ہیں۔بچے تو کتے کے
بھی ہوتے ہیں۔بچے تو بلیوں کے بھی ہوتے ہیں۔ بچے تو بھیڑیوں کے بھی ہوتے
ہیں۔ شیر کے بھی ہوتے ہیں۔مرغی کے بھی ہوتے ہیں۔ تو اگر آپ کے بھی بچے
ہوگئے تو آپ انسان تو نہیں ہوئے۔حیوان ہیں آپ ، جس طرح حیوان کے ... کتے
کے بچے ہوتے آپ کے بھی بچے ہوگئے۔بلیوں کے بچے ہوتے ہیں ، ہمارے بھی بچے
ہوجاتے ہیں۔بلی نے اپنے بچوں کو دودھ پلادیا۔ ہماری ماں نے ہمیں دودھ پلادیا۔
کتے نے اپنے بچے کی تربیت کی۔ ہڈیاں لاکر کھلادی ، جو بھی خوراک ہے۔ ہم بھی
اپنے بچوں کو محنت مزدوری کرکے روٹی کھلادیتے ہیں۔ کتے میں انسان میں اس
وقت تک فرق واقع نہیں ہوتا جب تک انسان اپنی اصل سے واقف نہ ہو۔اور اس
کے جانچنے کا ، پرکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کا اور چوہے ، بلی
اور کتے کی زندگی کا تجزیہ کرے۔اگر کتے ، بلی اور چوہے کی زندگی اور انسان
کی زندگی برابر برابر ہے۔تو انسان حیوان سے ممتاز نہیں ہے۔اگر حیوانات سے
ممتاز کوئی چیز اس کے اندر ہے تو وہ انسان کہلانے کا مستحق ہے۔اور وہ ممتاز
چیز کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ صلاحیت دی ہے کہ وہ اپنی
روح سے واقفیت حاصل کرلیتا ہے۔روح کتے کے اندر بھی ہے۔ روح چوہے کے اندر
بھی ہے۔روح بلی کے اندر بھی ہے۔ کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ بلی کے اندر روح
نہیںہے؟ لیکن بلی اپنی روح سے واقفیت حاصل نہیں کرسکتی۔ واحد مخلوق اللہ
تعالیٰ کی انسان ہے، یا جنات ہیں۔ لیکن سب سے بڑی مخلوق اللہ تعالیٰ نے جس
کو یہ وصف بخشا ہے واقفیت کا وہ انسان ہے کہ وہ اپنی روح سے، اپنی ذات
سے واقفیت حاصل کرلیتا ہے۔جتنے پیغمبر تشریف لائے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار
پیغمبر آئے۔آخری نبی سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے۔ان کی
تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان واحد مخلوق ہے جو اپنی روح سے واقفیت

حاصل کرسکتی ہے۔دوسری مخلوق انسان کی طرح روح سے واقفیت حاصل
نہیں کرسکتی۔اگر انسان اپنی روح سے واقف نہیں ہوتا تو اس کی حیثیت ہر گز
انسان کی نہیں ہے۔وہ حیوانات کے زمرے میں آئے گا۔ حیوانات کے زمرے میں
مرے گا۔ حیوانات کے زمرے میں پیدا ہوگا۔ اور حیوانات کے زمرے میں زندگی
پوری کرے گا۔انسان اور حیوانات میں جو وصف ہے۔ یا انسان اورحیوان کو جو
چیز الگ کرتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ انسان اپنی اصل سے واقف ہوسکتا
ہے۔لیکن اگر انسان اس وصف کو کام میں لاکر صرف مادی وجود میں زندہ رہتا
ہے تومذہبی نقطہ نظر سے اس کی حیثیت حیوانات سے ہر گز ممتاز نہیں ہے۔
آج شب بیداری میں، اس نورانی محفل میںہم سب نے اللہ تعالیٰ کے حضور
عاجزی ، انکساری کے ساتھ اللہ کو پکارا ہے ۔ اللہ کے نام کا ورد کیا ہے۔ میں
یقین کے ساتھ آپ سب حضرات سے یہ عرض کرتا ہوں کہ اللہ نے ہماری پکار
سنی ہے۔ اور انشاء اللہ اگر ہم اللہ کو اسی طرح پکارتے رہے۔ مادی وجود کی
نفی کرتے رہے۔اپنی روح کا کھوج لگاتے رہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق
اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں کسی کی کوشش رائیگاں نہیں کرتا۔اللہ کا یہ وعدہ
ہے۔ میں کسی کی دعا رد نہیں کرتا۔ لیکن دعا میں، کوشش میں اگر انسانی
وجود کی نفی نہ ہو پھر وہ دعا قبول نہیں ہوتی۔اگر عبادت اور ریاضت میں
انسان مادی وجود کے جھمیلے میں پڑا رہے ۔ منتشر خیالات میں گھرا رہے ۔
شکوک و وسوسوں میں خود کو تباہ و برباد کرتارہے ۔ تو اس کی رسائی اللہ تک
نہیں ہوتی۔ہر روحانی طالب علم کو، طالبہ کو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے
کہ جس بندے کے دل میں شک ہوگا وہ اللہ تک کبھی نہیں پہنچے گا۔جس بندے
کے دل میں شک ہوگا وہ اللہ کی کتاب سے کبھی استفادہ نہیں کرے گا۔جس
بندے کے دل میں شک ہوگا وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات سے کبھی
آراستہ نہیں ہوگا۔اور شک کی بنیاد مادی وجود کا اثبات ہے۔جتنا آپ مادی وجود
میں اپنے آپ کو غرق کردیںگے ، فنا کردیں گے اتنے ہی آپ کے اندر شک اور
وسوسوں کی بھرمار ہوجائے گی۔اور جتنے آپ اپنے مادی وجود کی نفی کرکے اپنے
اصل کو تلاش کریں گے اسی مناسبت سے آپ کے اندر یقین کا پیٹرن بنتا چلا جائے
گا اوراتنا بنتا چلاجائے گا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اعلان کردہ اس آیت کی تشریح بن
جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور جو لوگ میرے اوپر مستحکم یقین رکھتے
ہیںمیں ان کے اوپر ایسے انعامات اور اکرامات کی بارش کردیتا ہوںکہ وہ کہتے
ہیں ... یقولون ... وہ کہتے ہیں کہ امنا بیہ ... کہ ہم نے اس بات کا مشاہدہ
کرلیا ہے ، دیکھ لیا ہے اس بات کو ... کل من عند ربنا ... کہ کائنات میں ہر چیز
دروبست اللہ کے ساتھ بندھی ہوئی ہے۔کائنات کی ہر چیز کو دروبست اللہ نے
احاطہ کیا ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔اور سلسلہ عالیہ عظیمیہ
کی تعلیمات کو خود سمجھنے، اس پر خود عمل کرنے کی توفیق کے ساتھ ساتھ
ہمیں اللہ تعالیٰ اس بات کی بھی ہمت اور توفیق دے کہ ہم سلسلہ عالیہ
عظیمیہ کی تعلیمات سے اس طرح آراستہ ہوجائیں کہ ہمیں دوسروں کو بتانا نہ

پڑے کہ ہم عظیمی ہیں۔خود لوگ ہمیں دیکھیں۔ہمارے کردار کو دیکھیں۔ہمارے اخلاق کو دیکھیں۔ہمارا معاملات سے واقف ہوں۔اور ان کو ہمارے اندر ایسی کشش نظر آئے کہ وہ خود سلسلہ عالیہ عظیمیہ کی طرف راغب ہوں ۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں جو سکون او راطمینان نصیب ہوا ہے ان کو بھی اطمینان و سکون نصیب ہو۔اور ہم سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں مرنے کے بعد اور اللہ تعالیٰ کرے زندگی میں بھی سرخرو ہوں۔ یہاں بھی سرخرو رہیں اور مرنے کے بعد بھی رسول اللہ ﷺ کے دربار میں ہمیں سرخروئی حاصل ہو۔حضور قلند بابا اولیاء کی خوشنودی حاصل ہو۔ان کا فیض ہمارے اوپر محیط ہو۔ ہم اللہ کے دوست بن کر اللہ کی مخلوق کے ساتھ دوستی کریںاور خدمت کریں۔آ پ سب حضرات نے وقت نکال کر ۔ رات کا آرام چھوڑ کر اپنے گھروں سے یہاں تشریف لائے۔بلاشبہ یہ آپ کے لئے بھی سعادت ہے۔میرے لئے بھی سعادت ہے۔ہم سب اس سعادت کے حصول کے لئے اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ آپ سب حضرات کا بہت شکریہ۔والسلام علیک و رحمة اللہ و برکاتہ۔

.